حالاتِ زندگی

سلاطین دہلی سے کامیاب مقابلے
آٹھویں صدی ہجری کے مصلح اعظم

سلطان المشائخ حضرتِ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۸ ربیع الثانی ۷۳۵ھ)

پیشکش: مجلس آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of Dawat-e-Islami

سلاطین دہلی سے کامیاب مقابلے
آٹھویں صدی ہجری کے مصلح اعظم

سلطان المشائخ حضرتِ **خواجہ نظام الدین اولیاء** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیدائش ۶۳۴ھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وصالِ پر ملال ۷۳۵ھ

ولادت وخاندانی حالات:

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح النسب سید تھے۔ اجدادِ بخارا کے متوطن تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا اور نانا دونوں ساتھ ساتھ عازمِ ہندوستان ہوئے۔ پہلے لاہور قیام کیا اور پھر بدایوں آکر سکونت پذیر ہو گئے جو اس وقت ایک نہایت پُر رونق اور مشہور مرکز اسلام تھا دونوں بزرگ علوم وفنون میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ کے والدِ بزرگوار سید احمد عرب بڑے باکمال صالح اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ فرمانروائے وقت نے انہیں منتخب کرکے بدایوں کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا بھی ولیہ تھیں بدایوں میں شادی ہوئی اور یہیں آپ پیدا ہوئے۔ ۲۷ صفر المظفر ۶۳۴ھ میں ادھر آپ پیدا ہوئے ادھر دہلی میں اگلے ہی مہینے اسی سنہ میں حضرت قطب الاقطاب صاحب کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والدِ بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار بدایوں ہی میں ہے اور زیارتِ گاہ خلائق بنا ہوا ہے۔ پانچ ہی برس کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے۔ مگر آپ کی والدہ محترمہ نے نہایت توجہ سے آپ کو تعلیم دلائی اور فارغ التحصیل ہو گئے۔ جب ۲۵ برس کی عمر ہو گئی تو آپ اپنی والدہ محترمہ کو ساتھ لے کر دہلوی تشریف لے گئے اور پہلے پرانے قلعہ کے قریب ایک شخص کے دروازے میں قیام کیا اور پھر ایک دوسرے شخص کے خس پوش باہم پر رہنے لگے۔

(شانِ اولیاء، ص ۳۸۳)

ابتدائی حالات:

مولانا شمس الدین الملک جیسے نامور فاضلِ وقت کے درس میں شریک ہو گئے مقاماتِ حریری انہی سے پڑھی۔ مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار پڑھی مولانا اتنے بزرگ تھے کہ:

،،جب سلطان بلبن نے انہیں اپنا پیش امام بنانا چاہا تو فرمایا۔ میرے پاس نماز کے سوا اور ہے کیا اب بادشاہ اسے بھی مجھ سے چھیننا چاہتا ہے،،۔

یہ زمانہ بڑے فقر و فاقہ میں گزرا اور تنگی تو ابتداء ہی سے تھی، جب گھر میں فاقہ ہوتا تو ماں کہتیں بیٹا آج روزہ ہے اور آپ خوش و مطمئن ہو جاتے۔ آپ شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسائے میں رہنے لگے تھے۔ یہیں آپ کی والدہ کا وصال ہوا دونوں میں بے حد محبت تھی۔ (شانِ اولیاء، ص ۳۸۳)

باباصاحب کی خدمت میں حاضری:

آپ بدایوں ہی میں جب کہ آپ کی عمر ابھی بارہ ہی سال کی تھی حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی اور حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا شہرۂ کمال سن چکے تھے اور ابو بکر قوال سے یہ معلوم کرکے آپ کا قلب بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف راغب ہو رہا تھا۔ دہلی سے سند فضیلت علوم ظاہری حاصل کرکے آپ بہ شوق واردات پاک پتن روانہ ہوئے، بابا صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا:

اے آتش فراقت دل ہا کباب کردۂ　　سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردۂ

یعنی: اے محبوب! تیرے فراق کی آگ نے دونوں کو جلا کر کباب بنا دیا ہے اور تیرے اشتیاق کی فراوانی نے جانیں تباہ کر دی ہیں۔ (شانِ اولیاء، ص ۳۸۴)

خرقۂ خلافت کا حصول:

اہل اللہ سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی حضرت کو علم ہو گیا تھا کہ ارض بدایوں سے ایک مرد جلیل آکر آپ کی مسند پر متمکن ہو گا۔ آپ کی زبان سے کچھ بھی نہ نکلا۔ خدمتِ شیخ میں رہ کر شیخ سے چند اہم کتب پڑھیں مرید ہو گئے۔ عرض کی: ،، کیا اب ترک تعلیم کرکے مصروفِ عبادت ہوں،، فرمایا: ،، میں کسی کو تعلیم سے نہیں روکتا یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو،،۔ پھر فرمایا: ،، درویش کے لیے علم ضروری ہے تاکہ فریب شیطان سے محفوظ رہے۔ چنانچہ آپ مصروفِ عبادت ہو گئے۔ اور چند ہی روز بعد ۶۷۲ھ میں آپ کو خلافت بھی عطا کر دی گئی۔ فرماتے ہیں ان دنوں شیخ پر بڑی تنگی تھی۔ مرید ہی اپنے ہاتھوں لکڑیاں پانی اور کریر لاتے اور وہ ابال کر سب کھاتے۔ ایک روز میں نے تھوڑا سا نمک ڈال دیا۔ فرمایا: مشتبہ نہیں کھاتا۔ عرض کی قرض لا کر نمک ڈالا ہے۔ فرمایا: ،، درویش فاقوں مر جائیں گے مگر لذتِ نفس کے لئے قرض نہ لیں گے۔ لیکن مجھے چلتے وقت دعا دی کہ تو کسی کا محتاج نہ رہے گا اور دیکھ۔،، دشمنوں کو خوش رکھنا اور جس سے کبھی قرض لیا ہے اسے ادا کرنا،،۔

(شانِ اولیاء، ص ۳۸۴)

عظیم الشان خانقاہ کا فیض:

دہلی آکر پہلے جنگلوں میں مصروفِ عبادت رہے۔ پھر غیبی حکم سے آپ غیاث پورہ آگئے اور ہدایت خلق میں مشغول ہو گئے۔ ریاضت شاقہ کرتے رہے ہمیشہ صائم اور روزہ دار رہے اور افطار کرتے بھی تو باسی روٹی کھاتے۔ بعض اوقات روزے پر روزہ رکھا۔ خادم زور دیتے تو فرماتے: درویش تو فاقے پڑے رہیں اور میں حلق سے روٹی اتاروں یہ کیوں کر ممکن ہے۔ جب معزالدین کیقباد نے غیاث پورہ ہی میں نئی دہلی آباد کی تو یہاں بھی ہجوم ہو گیا، امراء عماید اور شہزادے جوق در جوق آکر آباد ہونے لگے تو آپ نے غیاث پورہ چھوڑنے کا بھی ارادہ کیا مگر ایک فقیر نے نمودار ہو کر کہا:

"اول تو مشہور ہی نہ ہونا چاہئے اور مشہور ہو گیا ہے تو ایسا نہ کرنا کہ قیامت کے روز حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے شرمندگی ہو اور سن یہ حوصلہ مندی نہیں کہ مخلوق سے جدا ہو کر حق کے ساتھ مشغول ہو۔ بلکہ یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان رہ کر اللہ عزوجل نہ بھولیں"۔

اتنا سن کر آپ نے ارادہ ملتوی کر دیا، زندگی اسی تنگی وفقر وفاقہ میں بسر ہو رہی تھی ایک روز ایک پارسا اور ایک پاکباز بڑھیا کو معلوم ہوا کہ تمام درویش فاقے میں پڑے ہیں اس کے پاس جو کا جو آدھ سیر آٹا تھا لا کر دے دیا۔ جسے شیخ یعقوب نے پانی ملا کر پکایا۔ ایک دلق پوش درویش اسی وقت آگئے۔ اور کہا نظام الدین کچھ کھلا۔ فرمایا: ذرا ٹھہریئے! درویش نے کہا فوراً اٹھ اور جیسی کچھ بھی ہے اٹھا لا۔ آپ نے ہانڈی لا کر سامنے رکھ دی۔ اس نے گرم گرم ہی کھانا شروع کر دیا۔ کھا کر ہانڈی پھوڑ دی اور کہا کہ نعمتِ باطنی تو تجھے فرید سے ملی ہے۔

فاقہ ظاہری تیرا ہم نے توڑا یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔ پھر تو فتوحات کا کوئی شمار نہ تھا۔ امیر سیف الدین، امیر حسام الدین اور خواجہ امیر خسرو جیسے امراء مرید ہو گئے اور روزانہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ (73) من نمک روز آپ کے لنگر میں خرچ ہوتا تھا۔ ہزار ہا آدمی پڑے کھا رہے تھے۔ بادشاہ ہوں شک ہوتا تھا ہزار ہا روپیہ روز فتوحات میں آتا تھا۔ ہزار ہا لوگ روز مرید ہوتے تھے ہزار ہا طلباء اور درویش خانقاہِ معلّی میں رہتے تھے۔ جو اس عہد میں دہلی کے اندر سب سے بڑی اور عظیم الشان روحانی یونیورسٹی تھی اور جس نے ہزار ہا صلحا فضلاء واولیاء ومشائخ پیدا کئے اور عالمگیر شہرت پائی۔ تمام بلاد اسلام کے بزرگ طلباء آتے اور کمال پیدا کرتے۔

(شانِ اولیاء، ص ۳۸۵)

جاگیر دار کا فرمان مل گیا:

قصبہ سماوہ کے جاگیر دار کا فرمان آگ میں جل گیا۔ بمشکل دہلی آکر دوسرا حاصل کیا۔ وہ راستے ہی میں غائب ہو گیا۔ روتا ہوا آیا ہنس کر فرمایا بازار سے شیرینی لا کر بابا صاحب کے والدین کی فاتحہ دلا مل جائے گا۔ حلوا خریدنا چاہا۔ حلوہ والے نے حلوہ دینے کے لئے کاغذ جو نکالا۔ دیکھا تو وہی فرمان تھا جھٹ بول اٹھے اسے نہ پھاڑ۔ وہ فرمان اور حلوا لے کر حاضر ہوا۔ فاتحہ دلائی وہ اسی وقت مرید ہو گیا۔ (شانِ اولیاء، ص۳۸۶)

فتح کی بشارت:

سلطان علاء الدین خلیجی نے کہلا بھیجا کہ ایک مہم ہو گئی ہوئی ہے۔ کوئی خبر نہ آنے سے فکر مند ہوں۔ براہِ کرم چند لمحوں کے لیے یہاں تشریف لے آیئے۔ مراقبہ کرکے فرمایا جا کر کہہ دو میرے آنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے بھائی الف خاں کو فتح حاصل ہوئی کل آجائے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ سلطان نے پانچ ہزار دینار نذر کئے۔ جو اسی وقت تقسیم کر دیئے۔ (شانِ اولیاء، ص۳۸۶)

ہنوز دہلی دور است:

سلطان غیاث الدین تغلق کو آپ سے کبیدگی تھی۔ مہم بنگال سے واپس ہوتے ہی کہلا بھیجا کہ آپ غیاث پورہ سے کچھ عرصہ کے لئے چلے جائیں کہ ہجوم کی کثرت سے میرے متعلقین کو تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا: ہنوز دہلی پہنچنے سے پیشتر تغلق آباد میں مکان کے نیچے دب کر مر گیا۔ (شانِ اولیاء، ص۳۸۶)

صوفی زندہ کر دیا:

آپ کی مجلس سماع میں ایک صوفی نے آہ جو کی جل کر خاکستر ہو گیا۔ آپ پر بھی حالت طاری تھی سکون ہوا تو پوچھا کہ یہ خاک کیسی ہے؟ معلوم ہوا تو پانی چھڑکا اور وہ صوفی زندہ ہو گیا۔ ارشاد ہوا کہ تم ابھی خام ہو جب تک پختگی نہ آجائے ہماری مجلس میں ہر گز قدم نہ رکھنا۔ (شانِ اولیاء، ص۳۸۷)

صحبت میں اثر:

ایک روز دیکھا کہ لب جمنا میر حسن علائی سنجری جو مشہور شاعر تھا یارانِ صحبت کے ساتھ بیٹھا ہوا جام و مینا کے کھیل میں مصروف ہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آتے دیکھ کر شرمندہ سا ہو گیا اور یہ شعر پڑھا:

سالہا باشد کہ باہم صحبتم　　گرز صحبت ہا اثر بودے کجا است

یعنی: کئی سالوں سے ہم ایک دوسرے کے ہم نشین ہیں اگر صحبت و ہم نشینی اثر رکھتی ہے تو وہ کہاں ہے؟۔

زہد تان فسق از دل ما گم نہ کرد　　شان مایاں بہتر از زہد شما است

یعنی: آپ کا زہد و تقوی ہمارے دل سے فسق وفجور کو ختم نہ کر سکا ہمارا فسق وفجور تمہارے زہد سے بڑھ گیا۔

یہ سن کر حضرت نے صرف اتنا ہی فرمایا کہ "صحبت میں تو بڑا اثر ہے" کہ اس کے قلب کی دنیا بدل گئی ہے۔ بے تاب ہو گیا۔ دوڑ کر قدموں پر گرا اور مرید ہو کر درجہ کمال کو پہنچا اس وقت حسن کی عمر (۷۳ سال) تھی۔ فوائد الفواد انہی کی لکھی ہوئی ہے۔ (شانِ اولیاء، ص ۳۸۷)

کھانے میں برکت:

آپ کے ایک مرید یہاں مجلس سماع میں جہاں دعوت بھی تھی، عین وقت پر بکثرت لوگ صوفی اور درویش آگئے۔ کھانا اتنا تھا نہیں مرید گھبرایا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ ایک روٹی کے چار ٹکڑے کرکے اور چادر سے ڈھک سب کو تقسیم کرنا شروع کردو۔ پچاس آدمی کا کھانا کئی ہزار کو کافی ہو گیا نکلتا ہی چلا آتا تھا۔

(شانِ اولیاء، ص ۳۸۶)

دشمن کی توبہ:

دہلی کا شمس الدین بزاز ایک نہایت دولت مند سوداگر اور آپ کا شدید دشمن تھا ایک روز اس نے شراب کا ارادہ کیا۔ دیکھا کہ سامنے حضرت کھڑے ہیں اور انگلی سے منع کر رہے ہیں پھر نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ شیشہ وساغر توڑ کر توبہ کی۔ فرمایا: جس کا نصیب یاور ہوتا ہے یہی معاملہ پیش آتا ہے۔ مرید ہو کر کمال کو پہنچا۔

(شانِ اولیاء، ص ۳۸۸)

وصال مبارک:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۹۴ سال کی عمر میں ۱۸ ربیع الثانی ۷۳۵ھ کو وفات پائی ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور ربیع الثانی میں انتقال فرمایا۔ حضرت رکن الدین ابوالفتح سہروردی عیادت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مخلوق کا ایک اژدہام تھا۔ راستے میں ایک طوائف بڑے درد کے ساتھ گا رہی تھی کہ:

اے تماشا گاہ عالم روئے تو　　تو کجا بہر تماشا میروی

اسی وقت جنازہ سے ہاتھ باہر آگیا۔ حضرت نے دوڑ کر روکا کہ سمجھتی نہیں کہ عاشق ربانی کا جنازہ ہے۔ قبر میں نعش اتار دی گئی تو حضرت نے حضور رسول کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جلوہ گر دیکھا اتنا اثر تھا کہ باہر نکلتے ہی فرط تاثر سے بے ہوش ہو گئے۔ شہزادی جہاں آرا بیگم نے ایک دفعہ بغداد شریف جانے کا عزم کیا۔ پہلے آپ کی زیارت کی۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں آرا کہاں جا رہی ہو۔ عرض کی حضور کی زیارت کرنے اور چادر چڑھانے جا رہی ہوں فرمایا کہ میں تو یہیں دہلی میں ہوں۔ فرمایا حضور مجھے کیا علم ہے کہ آپ دہلی میں کہاں تشریف فرما ہیں: فرمایا نظام الدین میں ہوں جہاں آرا نے صبح ہی علماء و مشائخین کو بلا کر خواب بیان کی سب نے کہا ضرور حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب کو حضور محبوب الٰہی کے پاس تھے کہ سب نے رات عجیب عجیب برکات کا مشاہدہ کیا ہے چنانچہ جہاں آرا بیگم نے چادر اور تمام سامان جو بغداد ساتھ لے جانے والی تھیں سلطان المشائخ ہی میں چڑھا دیا اور زر نقد فقراء اور مساکین کو تقسیم کر دیا۔ مونس الارواح میں خود ہی جہاں آرا بیگم نے یہ خواب وواقعہ لکھا ہے۔ یہ شہزادی خاندانِ چشتیہ ہی میں مرید تھیں۔ بڑی صاحب دل اور باکمال شہزادی گذری ہیں۔

وصال سے کئی روز پیشتر رسولِ کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خواب میں فرماتے رہے تھے کہ نظام جلد آ کہ تیرا بہت اشتیاق ہے۔ آج بھی مزارِ مبارک دہلی میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ (شانِ اولیاء، ص۳۸۸)

دعا کا اثر:

سلطان علاء الدین خلیجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت معتقد تھا اس نے اپنے بیٹے خضر خاں کو کئی بار بھیجا کہ حضور میرے کاشانہ اقدس پر قدم رنجا فرمایا کریں اس میں میری سعادت ہے۔ جواب دیا کہ بادشاہ سے کہنا ایک گوشہ میں پڑا ہوا ہوں۔ تیرا کچھ بگاڑ نہیں رہا۔ بادشاہ اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کرتا رہتا ہوں۔ اگر بادشاہ نے اصرار کیا تو میں دہلی سے چلا جاؤں گا۔ خضر خاں یہ جواب لے کر گیا اس نے خود آنے کا ارادہ کیا فرمایا: اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں میں یہیں سے مصروفِ دعا ہوں بلکہ غیب کی دعا زیادہ مؤثر ہوتی ہے، میرے مکان کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک دروازہ سے آیا تو میں دوسرے سے نکل جاؤں گا۔ چنگیزیوں نے دہلی کو آکر یکا یک گھیر لیا ہے تو علاء الدین بہت پریشان تھا کہ تمام لشکر دار السلطنت سے باہر گیا ہوا تھا۔ آپ سے دعا کا خواستگار ہوا اور یہ آپ ہی کی دعا کا اثر تھا کہ رات کو خود بخود غنیم کے لشکر پر ہیبت چھا گئی۔ خوف طاری ہوا اور وہ محاصرہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ (شانِ اولیاء، ص۳۸۹)

لنگر خانے کا خرچ:

سلطان کے مرنے کے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے آپ کے مرید خضر خاں کو شہید کیا اور آپ کو بھی تکلیف دینی چاہی تمام امراء ووزراء کے معتقد و مرید ہونے کے باعث چندے صبر کیا۔ ایک روز قاضی محمد غزنوی سے پوچھا کہ نظام الدین اولیاء کے پاس خرچ کرنے کو اتنا روپیہ کہاں سے جاتا ہے۔ یہ بھی مخالف تھا بولا آتا کہاں سے آپ کے امراء وملازمین تو دیتے ہیں۔ بھلا کہیں ٹھکانہ ہے کہ دوہزار تنکہ سرخ روز کا صرف ہے جو صرف لنگر کے لئے وقف ہے اس نے فوراً ایک فرمان صادر کر دیا کہ ہمارے ملازمین وامراء میں سے کوئی نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس نہ جائے اور نہ کچھ دے ورنہ سزا پائے گا۔ آپ نے خبر پاتے ہی خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ آج سے لنگر خانہ کا خرچہ دگنا کر دیا جائے اور جو ضرورت ہو فلاں طاق سے بسم اللہ کہہ کر اور ہاتھ ڈال کر لے لیا جایا کرے۔ سلطان وقت کا حکم اہلِ شہر بھی خوف کے مارے نہ گئے۔ سلطان نے جو خفیہ معلوم کرایا کہ واقعی کسی نے کچھ نہیں دیا۔ یہ محض کرامت ہے تو دل میں بہت شرمندہ ہوا اور کہلا بھیجا کہ آپ شہر میں رہ کر مجھ سے نہیں ملتے۔ حالانکہ شیخ رکن الدین جیسے بزرگ بھی میرے پاس آتے ہیں اس میں میری تحقیر ہے۔ فرمایا میرے پیروں کا یہ طریقہ نہیں رہا۔ سلطان نے غضب ناک ہو کر کہلا بھیجا کہ آپ کو میرے حکم کی تکمیل کرنی ہو گی۔

(شانِ اولیاء، ص۳۸۹)

سلطان کا پیغام:

آپ نے شیخ علی سنجری کو بادشاہ کے پیر شیخ ضیاء الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیجا کہ بادشاہ کو سمجھائیں فقیر کی ایذا رسانی میں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ وہ اتفاق سے بہت علیل تھے تیسرے روز وصال ہو گیا۔ ان کی فاتحہ میں جہاں تمام امراء ومشائخ واکابر جمع ہوئے آپ بھی تشریف لے گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب کے سب تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ مگر سلطان تلاوتِ قرآن میں مصروف رہا اور بالکل توجہ نہ کی۔ کچھ لوگ بولے کہ سلطان بھی شریک مجلس ہے سلام علیک کر لیجئے۔ فرمایا مصروفِ تلاوت ہے۔ کوئی ضرورت نہیں۔ سلطان نے پھر مشائخ سے کہا کہ انہیں سمجھایئے روز نہیں تو آٹھویں دن ورنہ ہر چاند رات مبارکباد دینے تو ضرور ہی آیا کریں۔ آپ واپس چلے گئے تھے۔ چنانچہ سید قطب الدین غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ عماد الدین طوسی، شیخ وجد الدین اور شیخ برہان الدین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ یہ پیغام لے کر گئے اور کہا سلطان کا ارادہ اچھا نہیں۔ مصلحت یہی ہے کہ آپ منظور کر لیں آپ نے صرف ان شاء اللہ عزوجل کہا اور خاموش ہو گئے۔ (شانِ اولیاء، ص ۳۹۰)

سلطان کی موت:

سب سمجھ گئے کہ حضور جائیں گے بادشاہ بھی خوش تھا عین چاند رات کو امیر خسرو اور خواجہ وحید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آئے اور پوچھا فرمایا ہر گز نہیں بولا سلطان منتظر ہے اور آپ انکاری۔ یہ تو بڑا فساد ہو جائے گا۔ فرمایا سلطان مجھ سے غالب نہ ہوگا۔ ابھی ایک پہر ہی رات گذری تھی کہ امیر غیاث الدین تغلق نے سلطان اور قاضی دونوں کو شک ہزار ستون میں قتل کر دیا۔ (شانِ اولیاء، ص ۳۹۰)

خلفاء کرام:

[1]: حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء بکثرت اور باکمال ہوئے۔ حضرت مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے امیر اور دولت مند تھے۔ ترک علائق کرکے مرتبہ کمال کو پہنچے شیخ وجیہہ الدین یوسف جب سے مرید ہوئے مور کی چال چلا کرتے تھے۔ دعائے شیخ سے ہوا پر پرواز کرنے لگے۔ حضرت نے آپ کو چندیری میں تبلیغ وہدایت کے لئے مامور کیا تھا وہیں مزار ہے۔

[2]: شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زہد و تقویٰ میں جواب نہ رکھتے تھے۔ مستغرق رہتے تھے۔ زیارتِ حرمین کو بھی گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پر انوار پاکپتن شریف میں مرجعِ خلائق ہے۔

[3]: خواجہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتابتِ قرآنِ کیا کرتے لوگ زیادہ دیتے مگر آپ چار آنہ روز سے زیادہ نہ لیتے۔ بصارت جاتی رہی تو ملک التجار حمید الدین نے سلطان علاؤالدین سے سفارش کرکے سو روپیہ ماہوار وظیفہ کرادیا۔ فرمایا: ہر گز نہیں چار آنہ روز سے زیادہ نہ لوں گا۔ چار آنے میں کچھ کھاتے کچھ خیرات کرتے۔ بڑی مشکل وسعی سے دس آنے روز سلطان سے منظور کر لئے تھے۔ رجال الغیب بھی ملا کرتے تھے۔ بہت بزرگ تھے۔

[4]: مولانا ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی کے مصنف، امیر خسرو اور میر حسن علائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما یک جان سہ قالب دوست تھے۔ ایک روز سوچا کہ پہلے مشائخ مرید کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ میرے شیخ احتیاط نہیں کرتے نہ معلوم کیا حکمت ہے۔ فوراً حضرت نے فرمایا کہ:

"ہر زمانہ کا رنگ اور حالات جدا ہوتے ہیں اور ان کے مطابق ہی عمل ہوتا ہے۔ کسی کا مرید ہونا غیر حق سے منقطع ہونا ہے۔ پہلے بزرگ اس وقت ہر گز مرید نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ ،، غیر حق،، سے کامل انقطاع نہیں کرا لیتے تھے مگر حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مرشد غوثِ پاک) کے عہد سے لے کر شیخ

سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ سے لے کر شیخ فرید الدین عطار کے وقت تک یہ حالت تھی کہ مشائخ کے دروازوں پر امراء وسلاطین واہلِ خلق کا اجتماع رہتا تھا اور سلاطین بھی بازپرس آخرت کے خوف سے خود کو انہی کی پناہ میں رکھتے تھے اور یہ بزرگ بھی ازراہ مہربانی ہر کسی کو مرید کر لیتے تھے۔ محبوبان خدا کے معاملات کسی کے قیاس میں نہیں آسکتے میں بھی اپنے پیروں کی متابعت میں مرید کرنے میں احتیاط نہیں کرتا۔

اس میں متعدد فوائد بھی ہیں کہ میرے مرید نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ گناہ سے بچتے ہیں۔ نوافل میں مشغول رہتے ہیں اگر شرائط بزرگانِ قدیم ان کے سامنے پیش کی جائیں تو وہ شاید تکمیل نہ کر سکیں اور اتنے ثواب سے بھی محروم رہ جائیں۔ پھر بیعت کرنا گناہ سے باز رکھنا ہے، پھر میرے پیر سے مریدانِ چشت کو بخشنے کا وعدہ ہو چکا ہے اس لئے جو آتا ہے مرید کر لیتا ہوں، کہ مخلوق گنہگار ہے اور شاید وہ میرے ہی وسیلہ سے بخشی جائے"۔

کتنا بہتر بیان ہے اور کتنی اعلیٰ توجیہہ یہ بھی جلیل القدر بزرگ تھے حضرت ان سے بھی محبت فرماتے تھے۔ آپ کا مزارِ پر انوار یارانِ چبوترہ پر ہے۔

[5]: شیخ برہان الدین غریب اتنے مودب کہ تمام عمر غیاث پور کی طرف پشت نہ کی بڑے صاحبِ ذوق وسماع تھے۔ دیو گری (دکن میں) مامور بہ تبلیغ ہوئے تھے دور دور تک کرامت کا شہرہ تھا۔ شیخ زین الدین شیرازی آکر مرید ہوئے۔ لاتعداد لوگوں کو مسلمان کیا اور اولیاء اللہ بنائے۔

[6]: شیخ اخی سراج الدین بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبردست ولی اللہ تھے بنگال میں ہدایتِ خلق پر مامور ہوئے۔ ہزار ہا غیر مسلمانوں کو مسلمان کیا، بالآخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۷۵۸ھ کو سفرِ آخرت اختیار فرمایا ہے۔

[7]: خواجہ احمد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقہ ابدالی رکھتے تھے جلیل القدر بزرگ تھے ماں کے سوال پر فرمایا تھا کہ خوشی اسی وقت ہوتی ہے جب جماعت سے نماز ملتی ہے بے شمار خلفاء میں سے صرف چند خلفاء کے اسماء لکھ دیئے ہیں۔ یہ سب تبلیغ واشاعت میں مصروف تھے۔ (شانِ اولیاء، ص۳۹۱)

مرتبہ ومقام اور فیوض وبرکات:

حضرت محبوب الٰہی درجہ قطبیت وغوثیت سے عبور کرکے درجہ محبوبیت پر فائز ہو گئے تھے۔ کعبہ شریف میں ہر جمعہ کی نماز پڑھتے تھے ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ بلا شبہ لاکھوں ہی انسانوں کو آپ سے فیض

پہنچا۔ لاکھوں ہی مرید ہوئے۔ وہ آپ ہی بزرگ تھے جنہوں نے دنیا کے اس عروس البلاد اور سلطنت ہند کے عظیم الشان پایہ تخت کی کایا پلٹ کر رکھ دی تھی۔ یہ عالم تھا کہ دہلی میں جہاں چار آدمی ملتے ہیں اللہ عزوجل اور رسول صلّی اللہ تعالیٰ وعلیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے اور تو اور کنیزوں شاہی تک محلوں میں ایک وقت کی نماز قضاء نہ ہوتی تھی۔ غریب وامیر اور عورت ومرد بلا مبالغہ سب کے سب نمازی اور پابندِ مذہب بن گئے تھے۔ ہر جگہ نوافل وعبادت وتلاوت کے چرچے تھے۔ ضیائے برنی لکھتے ہیں کہ دہلی والے اس عہد میں قدوسیوں کی جماعت نظر آتے تھے۔ مساجد نمازیوں سے لبریز رہتی تھیں۔ دہلی سے غیاث پورہ تک کئی میل کا فاصلہ تھا۔ مگر راستہ میں ہر وقت لوگوں کی بھیڑ رہتی تھی اور راستہ گلزار تھا۔

اس عہد میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین کا زمانہ آگیا ہے۔ روزانہ ہزار ہا مرید ہوتے تھے۔ ایک طرف آپ ہدایتِ خلق، اصلاحِ مسلمین اور اشاعتِ اسلام میں مصروف تھے۔ ملتان میں شیخ رکن الدین دور دور تک نور پھیلا رہے تھے دوسری طرف آپ کے خلفاء اطراف ہند میں یہی خدمات انجام دے رہے تھے۔ شریعت مصطفوی کا بول بالا تھا۔ عجیب مبارک زمانہ تھا کہ سلطان سے لے کر گدا تک سب مرید اور سب پابندِ مذہب تھے۔

(شانِ اولیاء، ص ۳۹۲)

سلطان علاء الدین خلجی کی عقیدت:

ہم لکھ چکے کہ آپ کے زمانہ میں دو بادشاہوں نے آپ سے مخالفت کی اور جس شدت کے ساتھ مخالفت کی اسی شدت وسختی کے ساتھ تباہ ہوئے۔ یہ دونوں سلطان قطب الدین مبارک شاہ اور سلطان غیاث الدین تغلق تھے حالانکہ اول الذکر کا باپ سلطان علاء الدین خلجی آپ کا بے حد معتقد تھا اتنا کہ اس نے ملک قرابیگ ترک اپنے مشیرِ خاص کو اس کام پر بطورِ خاص مامور کر رکھا تھا اتنا کہ وہ حضرت مجالس سماع میں خصوصیات کے ساتھ شریک ہوا کریں اور جن ابیات واشعار پر حضرت کو وجد وحال رونما ہو لکھ کر حضور میں پیش کیا کریں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو حدیقہ حکیم سنائی کے ان دو اشعار پر وجد ہوا:

بیش من ما جمالِ جاں افروز　　در نمودی برو سپند بسوز
واں جمال تو چیست مستی تو　　واں سپند تو چیست ہستی تو

سلطان کے سامنے جو یہ ابیات پیش ہوئیں تو بار بار پڑھتا اور روتا تھا۔ قرابیگ خود بھی بہت صالح اور حضرت کا مرید تھا۔ عرض کی تعجب ہے کہ آپ اتنے اعتقاد وتاثر کے باوجود حضرت کے دیکھنے کے لیے تشریف نہیں

لے جاتے سلطان نے قرابیگ سے کہا کہ میں بادشاہ اور سر سے پاؤں تک گناہوں میں غرق ہوں۔ اپنی اس آلودگی میں کیوں کر ایسے پاک و مطہرہ وجود لے جا کر حضرت کے قدموں پر ڈال دے۔ مرید کرادے اور دو لاکھ تنکہ خزانہ سے لے جا کر نذر پیش کر۔ چنانچہ یہ دونوں شہزادے حضرت کے مرید ہو گئے۔ (شانِ اولیاء، ص ۳۹۳)

سلطان پر عنایات:

پھر جب ۷۰۳ھ میں سلطان مہم چتوڑ سے واپس ہوا ہے تو افواج شاہی ملک کے مختلف حصوں میں فتوحات کے لئے بھیجیں گئیں ادھر دہلی خالی ہوئی ادھر سردار مغل طرنی ایک ٹڈی دل لے کر دار السلطنت پر آچڑھا اور دو ماہ تک دہلی کا محاصرہ کئے پڑا رہا۔ بڑا نازک وقت تھا۔ شہر والے پریشان ہو گئے اور رسد کی بھی قلّت ہو گئی۔ باہر سے کوئی چیز شہر میں آ ہی نہ سکتی تھی۔ بدنامی بھی تھی افواج دہلی پہنچ نہ سکیں۔ مجبور ہو کر سلطان نے حضرت سے رجوع کیا۔ فرمایا سلطان سے کہہ دو کہ اطمینان کے ساتھ لطیفہ غیبی کا منتظر رہے۔ عین اسی وقت شب کو مغلوں پر خود بخود کچھ کچھ ایسا ہراس وخوف مسلط ہوا کہ وہ محاصرہ چھوڑ کر اس طرح بھاگے جس طرح کوئی لشکر شکست کھا کر بھاگتا ہے۔ پیچھے مڑ کر بھی تو نہ دیکھا اور سرحد کے پار جا کر دم لیا الہنسٹن صاحب نے بھی اپنی تاریخ ہند میں اس واقعہ کی وفرار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح ملک نائب کی زیر قیادت ایک عظیم الشان لشکر تلنگانہ کے مرکزی شہر اور نگل کی فتح کے لیے روانہ کیا گیا تھا مگر کوئی خبر ایک مدت سے نہ آئی تھی۔ آپ سے رجوع کیا گیا تو مراقبہ کے بعد فرمایا کہ کل دوپہر سے پہلے پہلے سلطان کو فتح اور نگل کی خوشخبری مل جائے گی اور بہت سا مالِ غنیمت بھی حاصل ہو گا۔ نیز سلطان کو اس سے بھی کہیں زیادہ عظیم و وسیع فتوحات کا منتظر و متوقع رہنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی کو اپنے عہد میں سب سے زیادہ فتوحات ہوئیں اور سلطنت کو اتنی وسعت نصیب ہوئی جتنی اس پیشتر اور مابعد سلطان اورنگ زیب کے سوا اور کسی سلطان کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ نہایت جاہ وجلال اور طنطنہ و طمطراق کا سلطان گذرا ہے۔

کشمیر سے راس تک تمام برا عظم ہند پر اس کی فرمانروائی کا سکہ رواں تھا اور بڑے بڑے حکمران اور راجے مہاراجے اس کی صولت وجبروت کے تصور سے لرز اٹھتے تھے۔ سب فقراء اور صوفیاء کی پابوسی وعقیدت اور دعاؤں ہی کے کرشمے تھے۔ سلطان کو اختیار با اقتدار اور جتنی عظیم سلطنت وجلالت نصیب ہوئی سب اللہ عزوجل کے دوستوں کی دعاؤں کے صدقے میں نصیب ہوئی۔ حضرت شاہ کرک سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے تخت نصیب ہوا جو اس وقت الہ آباد میں قطب وقت اور زبردست سالک مجذوب تھے۔ حضرت شیخ ضیاء الدین

رومی سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مرید اور حلقہ بگوش ہو کر سلطنت کو محکم بنا سکا اور حضرت سلطان المشائخ کی دعاؤں سے وسعت سلطنت اور سطوت حکومت ہوئی۔ فقراء کا بہت معتقد تھا، ایک مرتبہ اس نے حاضری کا ارادہ بھی کیا۔ منت کی مگر منظور نہ کیا۔

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے اور وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق حضرت سلطان المشائخ نے وصیت فرمائی تھی کہ وہی میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں۔ وہ سلطان علاء الدین خلجی کے وقت میں صرف دو مرتبہ دہلی تشریف لائے، سلطان دور تک ان کی پیشوائی کے لیے گیا اور دونوں مرتبہ آتے وقت دو لاکھ اور جاتے وقت پانچ پانچ لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ جب دنیا کے اس مہتم بالشان اور باجبروت فرمانروا کی عقیدت و نیاز مندی کا یہ حال ہو تو شہزادوں اور امراء کا کیا عالم ہوگا۔ پھر،، **النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوکِھِم**،، رعیت کی خداپرستی کس درجہ پر ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطان علاؤالدین کلجی کے عہد میں دہلی کے اندر بقول ضیائے برنی اسلام کی پوری شان جلوہ گر تھی۔ گھر کی کنیزیں تک تہجد قضا نہ کرتی تھیں۔ ہر طرف،، قال اللہ اور قال الرسول،، کا شور تھا رعیت شاد اور ملک آباد تھا۔ بائیس سال شکوہ و عدل کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

سلطان قطب مدینہ کی مخالفت وانجام:

اسی ہیبت وجبروت مگر فقیر دوست وعادل سلطان کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ تھا اور گو یہ بھی حضرت ضیاء الدین رومی سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مرید تھا۔ مگر باپ کے عمل کے خلاف اس نے حضرت سلطان المشائخ سے مفت کی عداوت خرید کر اپنی تباہی آپ مول لی۔ عداوت کی بناء بھی صرف اتنی تھی کہ خضر خاں اس کا بھائی حضرت کا مرید تھا۔ اسے قتل کرکے یہ تخت نشین ہوا اور سمجھ لیا کہ میرے اس فعل و عمل سے حضرت کو قدرتاً رنج پہنچا ہوگا۔ ایک مفروضہ قائم کرکے آپ ہی رکیک حرکتوں پر اتر آیا۔ حکم دے دیا کہ شہزادوں، امیروں، سرداروں اور ملازموں سے جو کوئی بھی شیخ کے یہاں حاضر ہوگا یا نذرانہ پیش کرے گا یا بھیجے گا اس کی وجہ معاش اور جائیداد بھی ضبط کی جائے گی اور برخاست بھی کر دیا جائے گا۔ جب دیکھا کہ یہ حال کچھ کارگر اور مفید نہ ہوئی بلکہ مصارف خانقاہ دگنے ہو گئے اور غیب سے روپیہ ملنے لگا تو باوجود اس کے کہ اس کے عہد حکومت میں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف تین ہی مرتبہ دہلی آئے اور وہ بھی انہیں حضرت سلطان

المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت ہی ملتان سے کھینچ لائی۔ مگر اس نے لکھا کہ وہ تو مجھ سے ملنے ملتان سے یہاں آیا کرتے ہیں اور آپ یہیں رہتے ہوئے بھی مجھ سے نہیں ملتے۔

آپ رضا مند نہ ہوئے تو کہلا بھیجا کہ نہیں ہمارا حکم ماننا پڑے گا اور کم از کم ہر شب ماہ کو تو ضروری ہی سلام کے لیے آنا ہوگا۔ بڑا نازک وقت تھا امراء اور روساء تو ایک طرف شہر والوں نے بھی خوف کی وجہ سے آنا بند کر دیا تھا کہ سلطان قطب الدین پھر ہندوستان کا بہت بڑا اور مقتدر فرمانروا تھا کس کا زہرہ تھا جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کر سکے، وہ فی الحقیقت حضرت کو چشم زخم پہنچانے کا تہیہ کئے ہوئے تھا، سید قطب الدین غزنوی، شیخ عماد الدین طوسی، شیخ وحید الدین چندیری، مولانا برہان الدین بزودی اور دیگر اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے غیاث پورہ میں جا کر سمجھایا اور عرض کی کہ سلطان جوان العمر بھی ہے اور ناعاقبت اندیش بھی اور آپ پھر فہیم اور عمر رسیدہ ہیں، سلطان کا ارادہ اچھا نہیں آپ ہر چاند رات کو ہو آیا کریں۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ فرمایا: ان شاء اللہ عزوجل دیکھئے کیا ظہور میں آتا ہے۔ یہ تو سمجھے کہ ہم نے حضرت کو راضی کر لیا سلطان بھی خوش ہو گیا کہ میرا حکم بالا رہا اور چاند رات کا انتظار کرنے لگا۔ دہلی بھر میں اس مصالحت پر خوشی کا اظہار کیا جانے لگا۔

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ سلطان کی عداوت کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ اس نے قلعہ کے اندر ایک جامع مسجد تعمیر کرائی تھی اور تمام مشائخین کے نام احکام صادر کئے تھے کہ اول جمعہ کی نماز سب اسی مسجد میں آکر پڑھیں۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا تھا کہ میرے مکان کے قریب جو مسجد ہے اس کا یہ حق ہے۔ میں اور کہیں نماز پڑھنے نہیں جا سکتا اور آپ نہیں گئے۔ دوسرے ہر غرہ ماہ کو حکم شاہی کے مطابق علماء و مشائخ واکابر تہنیت ماہ نو کے لئے خدمت سلطان میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے اسے بھی تسلیم نہ کیا تھا۔ بہر کیف ۲۷ شوال کو خواجہ وحید قریشی اور عزیز الدین علی شاہ حاضر ہوئے دونوں امیر اور آپ کے مرید تھے پوچھا کہ آپ تشریف لے چلیں گے فرمایا ہر گز نہیں میں اپنے پیرانِ کرام کی سنّت کے خلاف قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ عرض کی کہ سلطان تو منتظر بیٹھا ہے یہ تو بڑا فتنہ پیدا ہوگا۔ فرمایا گھبراؤ نہیں، سلطان مجھ پر ہر گز غالب نہ ہوگا۔ میں رات ہی یہ خواب دکھا چکا ہوں کہ ایک نوکیلے سینگ والی گائے نے مجھ پر حملہ کیا ہے اور میں نے اس کے دونوں سینگ پکڑ کر اسے گرا دیا ہے یہ سن کر وہ مطمئن ہوئے۔

اگلے روز شام کو آپ اپنی رابعہ عصر والدہ بی بی زلیخا کی قبر پر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ سلطان میری ایذا رسانی کی فکر میں ہے۔ تہیہ کئے بیٹھا ہے اگر اس کا خاتمہ نہ ہوا تو میں پھر آپ کی زیارت کو نہ آؤں گا۔ انتیسویں شوال

کو بعد ظہر اور بعد عصر خدام آآ کر پوچھتے رہے کہ چلنے کا کیا انتظام کریں۔ کچھ جواب نہ دیا۔ اسی شب کو پہر رات گئے خسرو خاں نے جو غلام خاص اور پچاس ہزار سواروں کا منصب دار تھا۔ محل سلطانی میں داخل ہو کر سلطان کا کام تمام کر دیا۔ اسے محل میں وقت بے وقت چلے آنے کا رتبہ حاصل تھا۔ اس وقت سلطان ہزار ستون والے محل میں تھا۔ سلطان مارا بھی گیا تو اس برے طریق پر کہ دنیا کو عبرت ہوئی۔ خسرو خاں نے قتل کر کے اس کی نعش جمنا کی ریت پر پھینک دی جو کئی روز بے گور و کفن پڑی رہی۔ یہ تھا آپ سے عداوت کا انجام۔ سلطان قطب الدین مبارک شاہ 1306ء میں تخت نشین ہوا اور صرف چار سال ہی حکومت کر کے 1321ء میں قتل ہو گیا۔

(شانِ اولیاء، ص ۳۹۵)

سلطان غیاث الدین کا انجام:

سلطان غیاث الدین تغلق دیپال پور کا صوبے دار تھا دیپال پور ہی میں خواجہ علاؤالدین چشتی نبیرۂ حضرت بابا صاحب کا مرید ہو گیا تھا۔ خواجہ ہی کی دعا سے اسے تخت سلطنت نصیب ہوا۔ اس نے جو سنا کہ خسرو خاں نے سریر آرائے حکومت ہو کر دہلی میں ایک شور محشر برپا کر دیا ہے۔ تمام شہزادے قتل کر ڈالے ہیں۔ بیگمات کی بے حرمتی شعائر اسلام کی بے توقیری اور امراء کی تہین کر رہا ہے تو یہ جلد تیاری کر کے اور ایک لشکر عظیم لے کر دہلی پر حملہ آور ہوا اور خسرو خاں کو قتل کر کے بادشاہ ہو گیا۔ ظاہر امر تھا کہ امراء اور اہلِ شہر پر جو مصائب خسرو خاں کے مختصر عہد میں نازل ہوئے وہ اس خاموشی کا ثمرۂ تلخ تھے جو انہوں نے اللہ کے دوست و محبوب حضرت سلطان المشائخ کے خلاف سلطان قطب الدین مبارک شاہ کی زیادتیوں کے علی الرغم اختیار کئے رکھی اور اس بزرگ جلیل کو تکلیف پہنچی۔ سلطان غیاث الدین کو اس سے تنبہ حاصل ہونا چاہئے تھا وہ ۷۲۰ھ بمطابق ۱۳۲۱ھ میں سر بر آرائے حکومت کر کے وہ بھی حضرت ہی کی معاندت کا شکار ہو گیا۔ (شانِ اولیاء، ص ۳۹۷)

ہنوز دہلی دور است:

اس کے سامنے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کا انجام تھا اور صوفیاء ہی کی دعا سے اسے سلطنت ملی تھی۔ مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا اور حضرت سلطان المشائخ سے خصومت اور معاندت مول لے بیٹھا اور اتنا بڑھا کہ جب بنگال سے دہلی واپس لوٹا تو اس نے دور ہی سے ایک صبا رفتار سوار کے ذریعہ ایک حکیم نامہ آپ کے نام بھی ارسال کر دیا کہ میرے دہلی پہنچنے سے پیشتر ہی آپ غیاث پورہ خالی کر دیں کیوں کہ آپ کے یہاں خلقت کا ہجوم رہتا ہے اور اس سے میرے لواحقین کو گونہ تکلیف ہوتی ہے۔ اگر اس حکم کی خلاف ورزی کی گئی تو نتائج کا خمیازہ بھگتنا پڑے

گا۔آپ نے یہ حکم سنتے ہی زبان فیض ترجمان سے فرمایا: "ہنوز دہلی دوراست "خدام وجاں نثار بار بار سمجھاتے تھے کہ سلطان کا غضب اشتعال پر ہے۔آپ مصلحتاً ہی چند روز کے لئے دہلی سے باہر کسی دوسرے مقام پر تشریف لے جائیں۔آپ ہر مرتبہ "ہنوز دہلی دوراست" فرماتے۔ان دنوں طبیعت بھی علیل تھی خدام بہت پریشان تھے بہت مضطرب تھے۔کہ خدا جانے غضب سلطانی کیا رنگ لائے مگر آپ کو چنداں پرواہ نہ تھی۔

اسی اثناء میں خبر ملی کہ سلطان دہلی سے پانچ کوس کے فاصلہ پر موضع افغان پور میں مع لشکر عظیم پہنچ چکا ہے اور زیادہ اضطراب بڑھا۔اس کے بیٹے الغ خاں نے تغلق آباد کے قلعہ کے قریب ایک جدید محل تعمیر کرایا تھا جس کی تزئین وآرائش میں پورا اہتمام کیا گیا تھا۔حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملتان سے آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔سلطان کے اعزاز میں اس جدید محل کے اندر جو ضیافت خاص ہوئی اس میں شیخ بھی موجود تھے۔انہوں نے نورِ باطن سے معلوم کر لیا کہ یہ محل گرنے والا ہے۔چند بار سقف وبام ودر پر نظر کی اور بادشاہ سے فرمایا مکان جدید ہے۔آپ اس سے باہر نکل آئیں۔سلطان نے کہا عجلت کیا ہے کھانا کھالیں۔جب سلطان تین بار متنبہ کرنے پر بھی باہر نہ نکلا تو شیخ ہاتھ دھوئے بغیر باہر چلے آئے اور ان کے باہر آتے ہی محل دھڑام سے نیچے آرہا۔سلطان اس کے نیچے دب کر ٹھنڈا ہو گیا اور آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلے ہوئے الفاظ کہ "ہنوز دہلی دوراست" صفحہ روزگار پر منقوش اور مرتسم رہ گئے اور زبان زد عوام وخواص ہو ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئے۔

مؤرخین نے اس حادثہ کو سلطان کے فرزند کی حرصِ سلطنت اور سازش عمیق سے منسوب کیا ہے اور شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ کاں نے تو اسی لئے آپ کے وصال کے بعد کا ایک سنہ اس کے انتقال کا سنہ قرار دیا ہے۔یعنی: ۷۲۹ھ اور آپ کا وصال مبارک ہوا ہے ۷۲۵ھ میں۔

مگر تاریخ فرشتہ تاریخ بدایونی اور تاریخ الہنسٹن صاحب میں ۷۲۵ھ ہی مرقوم ہے۔جب آپ کو علم ہوا کہ اب سلطان آیا ہی چاہتا ہے اور وہ ضرور درپے آزار ہو گا تو آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور یہ قطعہ پڑھا:

قصہ ظالم بسوئے گشن ما است　　دل مظلوم ما بوئے خدا است

او دیں فکر تا بہ ماچہ کند　　من دریں فکر تا خدا چہ کند

اسی وقت محل کو جنبش ہوئی اور سلطان اور اس کا عزیز چھوٹا بیٹا جسے وہ اپنا ولی عہد بنانے کی فکر میں تھا اور وہ تمام امراء جو حضرت کی مخالفت میں سلطان کے ہمرائی تھے نیچے دب کر مر گئے۔یہ تھا دوستان خدا سے دشمنی

خریدنے اور گستاخی کرنے کا ثمرۂ تلخ! جب سلطان کے اس مرگ ناگہانی کی خبر آپ کی زبان پر حضرت شیخ سعدی سہروردی کا یہ شعر جاری ہو گیا:

اے روبہک چرانہ نشستی بجائے خویش　　باشیر پنجہ کردی ودیدی سزائے خویش

یعنی: اے لومڑی! تو کیوں نہ اپنی جگہ بیٹھی رہی، تو نے شیر کے ساتھ پنجہ آزمائی کی اور اس کی سزا پالی۔

غرض سلطان قطب الدین مبارک شاہ اور سلطان غیاث الدین دوہی فرمانرواؤں نے اپنی شوکت خسروی اور ابہت شاہی کے زعم میں آپ کی مخالفت کی اور دونوں محض چار ہی چار سال فرمانروائی وخسروی کرکے لقمۂ اجل بن گئے اپنے کئے کی سزا پائی اور جنہوں نے آپ سے عقیدت ومحبت رکھی وہ پھلے پھولے۔ مشہور سیاح اسلام ابن بطوطہ بھی "ہنوز دہلی دوراست" کے مقولہ کو اپنے سفر نامہ میں آپ ہی سے منسوب کیا ہے۔

(شانِ اولیاء، ص۳۹۸)

دعاؤں کا اثر:

سلطان غیاث الدین تغلق کا بڑا بیٹا محمد تغلق آپ کا بہت معتقد تھا۔ وہ بھی اسی محل کے اندر تھا۔ لیکن آپ کی عقیدت اس کی کشتی حیات کی ناخدا بن گئی اور وہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح کے انتباہ پر چند لمحے پہلے ہی محل سے نکل آیا۔ محل اتنا مظبوط بنا ہوا تھا کہ اس کے منہدم ہونے کا کوئی امکان ہی نہ تھا اور نہ یہ کسی سازش کی کرشمہ کاری کہی جا سکتی ہے جیسا کہ ظاہر بین لکھتے ہیں نیچے کوئی بارود تو بچھی ہوئی تھی نہیں نہ کوئی بجلی کا تار لگا ہوا تھا۔ سازش کی جاتی تو بارود بچھا کر اسے باآسانی اڑایا جا سکتا تھا۔ مگر نہیں گری اور صرف چھت گری اور حضرت کی بد دعا سے گری۔

سلطان محمد تغلق کا چتر شاہی آپ کی عقیدت ہی بنی۔ سلطان علاء الدین خلجی سکندر ثانی اور ارضِ ہند کا فاتح اعظم آپ ہی کی دعاؤں کے سائے میں بن سکا۔ اب اور سنیے سلطان فیروز شاہ تغلق نیک نامیاں تمام امن وامان اور تمام کارہائے نمایاں صرف آپ ہی کی دعاء وعقیدت کے ثمرہائے شیرین تھے۔ جب صغر سنی ہی میں سلطان آپ کی زیارت کو غیاث پورہ آیا ہے تو بہت ادب وتعظیم کے ساتھ نیاز مندانہ سامنے آگیا۔ آپ کو اس کا یہ ادب واحترام بہت پسند آیا۔

دریافت کیا: "باباچہ نام داری" جواب دیا۔ "فدوی بہ اسم کمال الدین مشہور است" ارشاد فرمایا: عمر بہ کمال، نعمت بکمال" اس ارشاد ودعا کا جو اثر تھا وہ دنیا کے سامنے ہے تاریخ شاہد ہے سلطان کی زندگی کا ایک ایک ورق

اس دعا کا پیکر صداقت رہا۔ سلطان محمد تغلق کی وفات کے بعد سندھ اور گجرات کے جملہ امراء وعماید نے اسے بہ اتفاق بادشاہ بننے پر مجبور کیا، ۳۹ سال حکومت کی ۹۰ برس کی عمر پائی بہت نیک نام رہا۔ ہر قسم کی نعمتیں حاصل رہیں۔ سب سے اہم ترین امر یہ ہے کہ درویشانہ آئین وعقیدت کے ساتھ زندگی بسر کی۔ ضیائے برنی نے اس کی عقیدت اور درویشانہ زندگی کے متعلق اپنی تاریخ میں پوری تفاصیل دی ہیں۔ (شانِ اولیاء، ص ۴۰۰)

آنے والے وقت کی خبر:

تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ سوم میں مذکور ہے کہ سلطان علاء الدین حسن بہمنی کو بھی آپ ہی کے دعا کے زیرِ اثر سلطنت نصیب ہوئی۔ حسن ایک نہایت مفلس ومفلوک شخص تھا۔ کچھ دنوں بعد دہلی ہی میں ایک برہمن کے یہاں کھیت جوتنے اور بونے پر ملازم ہو گیا اور دن بھر کی محنت ومشقت کے بعد روکھی سوکھی ملنے لگی ایک روز وہ خانقاہ کے دروازہ پر تصویر بے کسی بنا ہوا کھڑا تھا اور لوگ بکثرت کھانا کھا کر نکل رہے تھے۔ انہی نکلنے والوں میں شہزادہ محمد تغلق بھی تھا۔ شہزادہ بھی کھانا کھا کر دروازہ سے نکلا ہی ہے کہ آپ نے خدام سے فرمایا: "یک شاہ برفت ودیگرے برور آستانہ موجود" ایک بادشاہ نکلا ہے اور دوسرا دروازہ آستانہ پر موجود ہے۔ خدام سوچنے لگے کہ ایک بادشاہ تو شہزادہ محمد تغلق ہو سکتا ہے۔ مگر دوسرا کون ہے باہر بھی دیکھا مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا، استفسار پر فرمایا ضرور ہے۔ پھر عرض کی کہ دروازہ پر تو ایک مفلوک ومحتاج شخص ہے۔ فرمایا اسے اندر لے آؤ وہی بادشاہ ہے حسن اندر آیا تو کھانا ختم ہو چکا تھا، ایک کلچہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کلچہ کو انگلی پر رکھ کر بہ شکل چتر رکھ کر حسن سے فرمایا کہ: یہ اسی سلطنت شاہی کا چتر شاہی ہے جو ایک عرصہ کے بعد دکن میں تمہیں ملے گی۔ یہ کرامت ملاحظہ فرمایئے کہ اسی لمحہ سے حسن کے دن پھرنے لگے۔ غریب تھا مگر حضرت کی عظمت اور آپ کے الفاظ کی جلالت سے واقف تھا۔ اس لئے وہ پر امید ہو کر کچھ مدت کے بعد بجانب دکن روانہ ہوا۔ متعدد انقلابات کے بعد چتر شاہی اس کے سر پر تھا اور تخت فرمانروائی اس کے قدموں کے نیچے۔ بادشاہ ہو کر اس نے نہایت شکوہ وطمطراق کے ساتھ ساتھ سلطنت کی اور اس کی اولاد بھی کئی صدیوں تک کامیابی وسطوت کے ساتھ حکومت کرتی رہی۔

گلبرگہ اس بہمنی کو بھی ایک بزرگ ہی کی دعا سے تخت ملا تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے جا بجا یہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ تقریبا ۹۵ فیصدی فرمانرواؤں کی تخت نشینی صوفیاء اور فقراء ہی کی دعاؤں کی رہین منت رہی ہے۔ تیمور، بابر، ہمایوں، شیر شاہ، جہانگیر، شاہجہاں، اورنگ زیب بہادر شاہ اول، التمش، بلبن، غیاث الدین، احمد خان، بنگش وغیرہ پر شکوہ فرمانروا گذرے ہیں، جنہیں حالات

نے بالکل مایوس کر دیا تھا اور جن کے فرمانروا ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا مگر صوفیاء اور اولیاء کی دعاؤں نے انہیں فرش سے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا۔ تقریبا تمام فرمانروایان ہند اور امرائے سلطنت صوفیائے کرام کے مرید ومعتقد بھی رہے ہیں۔ مگر آج یہ سب کچھ فضول سمجھا جاتا ہے شرک ہی بدعت ہے۔ افسوس وصد افسوس۔

سلطان محمد تغلق نے بہت سے مشائیخین کو ستایا اور قتل کیا مگر اسے بھی آخر شیخ قطب الدین منور کے سامنے سر جھکانا اور معتقد ہونا پڑا۔ (شانِ اولیاء، ص۴۰۱)

ارشاداتِ عالیہ:

فرمایا کرتے تھے کچھ ملے تو جمع نہ کرنا نہ ملے تو فکر نہ کرنا کہ خدا ضرور دے گا۔ کسی کی برائی نہ کرنا، قرض نہ لینا، جفا کے بدلے عطا کرنا، ایسا کروگے تو بادشاہ تمہارے در پر آئیں گے۔ فقر وفاقہ رحمتِ الٰہی ہے جس شب فقیر بھوکا سویا وہ شب اس کی شبِ معراج ہے۔ (شانِ اولیاء، ص ۴۰۲)

تین عطائیں تین محرومیاں

بعض بُزُرگوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو اسے تین باتیں عطا کرتا ہے اور تین باتوں سے روک دیتا ہے:

[1]: اسے صالحین (یعنی: نیک بندوں) کی صحبت تو عطا کرتا ہے مگر وہ بندہ ان کی کوئی بات قبول نہیں کرتا۔

[2]: اسے اچھے اعمال کی توفیق تو دیتا ہے لیکن اسے اخلاص سے نہیں نوازتا۔

[3]: اسے حکمت تو عنایت فرماتا ہے لیکن اسے اس میں صداقت سے محروم رکھتا ہے۔ (احیاء العلوم، ج۵، ص۱۰۶)